بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

مدارس عربیہ کے لئے ایک لمحۂ فکر

(۱)

ہندوستان پر انگریزوں کے اقتدار سے پہلے ملک میں جو طریقۂ تعلیم رائج تھا اور جس کے لئے جگہ جگہ مدارس کھلے ہوئے تھے اس میں نہ قدیم و جدید کی کوئی تفریق تھی اور نہ مولوی اور غیر مولوی کا کوئی جھگڑا تھا۔ ملک کے تمام لوگ صرف دو ہی طبقوں پر منقسم تھے، ایک تعلیم یافتہ اور دوسرا غیر تعلیم یافتہ! آج کل کی طرح یہ اندھیر نہیں تھا کہ تعلیم یافتہ ہونے پر بھی یہ بتانا پڑتا ہے کہ تعلیم یافتہ لوگوں کے کس طبقہ اور کس گروہ سے یعنی قدیم سے یا جدید سے تعلق رکھتا ہے، جس طرح آج جدید تعلیم یافتہ کے معنی بہت وسیع ہیں جس میں انجنیر، ماہر طبعیات، ڈاکٹر، وکیل غرض کہ سائنس اور آرٹ کے کسی شعبہ کے گریجویٹ سب تعلیم یافتہ کہلاتے ہیں اور ان میں کوئی تفریق نہیں ہوتی ٹھیک اسی طرح مسلمانوں کے عہد حکومت میں علوم دینیہ اور علوم و فنون غیر دینیہ سب کے جاننے والوں کو علماء کہتے تھے لیکن جس طرح مطلق تعلیم یافتہ ہونے کے بعد خاص خاص علوم و فنون میں کمال و مہارت کے اعتبار سے اس علم کی طرف نسبت کرکے ہر ایک کا جدا جدا نام ہوتا ہے مثلاً فلسفہ کے ماہر کو فلسفی (فلاسفر) منطق کے فاضل کو منطقی (لوجیشین) سائنس کے باکمال کو سائنٹسٹ کہتے ہیں اسی طرح زمانۂ زیر بحث میں حدیث کے مبصر کو محدث، تفسیر کے فاضل کو مفسر، علم کلام کے ماہر کو متکلم اور تاریخ کے امام کو مؤرخ کہتے تھے۔

پھر جس طرح آج چند علوم و فنون ایسے ہیں جن کا جاننا ہر تعلیم یافتہ کے لئے ضروری

ہے اور وہ وہی مضامین ہیں جو سکنڈری ایجوکیشن تک پڑھائے جاتے ہیں اسی طرح اس زمانہ میں چند علوم و فنون تھے جن کے بغیر کوئی شخص تعلیم یافتہ ہونے کی سند حاصل ہی نہیں کر سکتا تھا۔ ان علوم و فنون میں تاریخ، جغرافیہ۔ حساب۔ مادری زبان، ریاستی زبان، دینیات اور خطاطی شامل تھے،

غرض کہ انگریزوں کی حکومت سے پہلے ہمارے جو مدارسِ عربیہ تھے وہ آج کل کی یونیورسٹیوں اور کالجوں سے کسی طرح کم نہ تھے ان مدارس میں تعلیم کا مقصد جس طرح دینی ہوتا تھا علمی بھی ہوتا تھا اور دنیوی بھی ہو سکتا تھا جس طرح انگلینڈ کی پرانی یونیورسٹیوں میں غیر مذہبی علوم کے ساتھ مذہبی علوم (Divinity) کا بھی شعبہ ہوتا تھا جس کے باعث جس شخص کو پادری یا بشپ کی حیثیت سے مذہبی زندگی بسر کرنی پڑتی تھی تو اسے بھی اسی یونیورسٹی سے سندِ تکمیل و فراغت حاصل کرنی ہوتی تھی، اسی طرح ہمارے مدارس میں علومِ دینیہ کے ساتھ وقت کے مروجہ علوم غیر دینیہ بھی پڑھائے جاتے تھے اور جس طرح آج خاص خاص علوم و فنون میں مہارت و کمال پیدا کرنے کے لئے یورپ و امریکہ کے دور دراز ملکوں میں خاص خاص ادارے اور یونیورسٹیاں ہیں جس کو جس کسی خاص علم یا فن میں کمال حاصل کرنا ہوتا ہے وہ وہاں کا سفر کرتا ہے اسی طرح اسلامی عہد میں ایک ایک فن اور علم کا امام خود مستقل ایک ادارہ اور درسگاہ ہوتا تھا اس علم کے مشتاق طلبا، دور دراز کے ملکوں سے سفر کی صعوبت و مشقت برداشت کر کے وہاں پہنچتے تھے اور علم و تحقیق کی تشنگی بجھاتے تھے۔

ان مدارس کے فارغ التحصیل طلبار میں جہاں بعض محدث، مفسر، فقیہ اور مفتی ہوتے تھے، بعض مورخ، فلسفی، ماہرِ طبعیات، طبیب اور ماہرِ ریاضیات بھی ہوتے تھے ان میں سے بعض درس و تدریس اور فقہ و افتا کے مسند کی رونق بنتے تھے تو انھیں میں کچھ ہوتے تھے جو امارت و وزارت اور حکومت کے دوسرے شعبوں کی ذمہ داری

اٹھاتے تھے، پھر شاعر، ادیب اور مصنف بھی انھیں میں سے اٹھتے تھے اور مبلغ و خطیب اور کاتب بھی انھیں میں ہوتے تھے یہی وجہ ہے کہ ہندو بھی ان مدارس میں مسلمانوں کے ساتھ تعلیم پاتے تھے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ مدارسِ عربیہ کا مقصد وجود صرف دینی نہیں بلکہ علمی بھی ہوتا تھا اور حکومت کی ملازمت اور عہدے وغیرہ بھی انھیں مدارس میں تعلیم پانے کے بعد حاصل ہوتے تھے۔

اس موقع پر تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں سر رادھا کرشن یونیورسٹی کمیشن کی رپورٹ کا ایک اقتباس ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں اس سے ہمارا مقصد اور واضح ہوگا

"پھر جب مسلمانوں کی حکومت قایم ہوئی تو انھوں نے ہندوستان میں علوم وفنون کی نشر و اشاعت اور ان کے درس و تعلیم کے لئے مدارس (جو اس زمانہ کے کالج تھے) مختلف شہروں مثلاً لاہور۔ دہلی۔ رام پور۔ لکھنؤ۔ الہ آباد۔ جونپور۔ اجمیر اور بیدر وغیرہ میں کھولے، شیر شاہ جو بعد میں ہندوستان کا شہنشاہ بن گیا اس نے جونپور کے مدرسہ میں ہی تعلیم پائی تھی اور وہاں اس نے جو مضامین پڑھے تھے ان میں تاریخ، فلسفہ، عربی اور فارسی ادب بھی شامل تھے ان مدارس کا نصاب یورپ کی تعلیم گاہوں کے متوازی اور مساوی ہوتا تھا اور اس نصاب میں صرف و نحو۔ معانی و بلاغت۔ منطق۔ قانون۔ علم ہندسہ، فلسفہ علم نجوم۔ جنرل سائنس۔ مابعد الطبعیات۔ دینیات۔ یہ سب مضامین شامل ہوتے تھے علاوہ بریں شعر و شاعری تو ایک ایسا مضمون تھا جس سے ہر ایک ہی دلچسپی لیتا تھا۔

ان عام مدارس کے علاوہ ملک کے مختلف گوشوں میں بعض خاص مدارس تھے جہاں خاص خاص علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی تھی اور وہ مدارس ان علوم کا مرکز سمجھے جاتے تھے مثلاً رام پور کا مدرسہ منطق اور طب کے لئے مشہور تھا لکھنؤ کی شہرت دینی علوم و فنون کے لئے تھی اور لاہور علم نجوم اور ریاضیات میں نامور و مشہور تھا ان مدارس میں ذریعۂ تعلیم عربی زبان تھی اور ان میں تعلیم کی خدمت جن لوگوں کے سپرد ہوتی تھی ان میں بعض بڑے